نبیلہ عزیز



مادرا مرتضیٰ' عافیہ بیگم کی اکلوتی بیٹی ہے۔ فارہ کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتی ہے۔ عافیہ بیگم اس کا اپنی سہیلیوں سے زیادہ ملنا جلنا پسند نہیں کرتیں۔ اس کے علاوہ بھی اس پر بہت ساری پابندیاں لگاتی ہیں جبکہ مادرا خود اعتماد اور اچھی لڑکی ہے۔ عافیہ بیگم اکثر اس سے ناراض رہتی ہیں۔ البتہ بی گل اس کی حمایتی ہیں۔

فارہ اپنی ثمینہ خالہ کے بیٹے آفاق یزدانی سے منسوب ہے۔ دو سال پہلے یہ نسبت آفاق کی پسند سے ٹھہرائی گئی تھی مگر اب وہ فارہ سے قطعی لاتعلق ہے۔ فارہ کی والدہ منزہ رحیم اپنی بہن ثمینہ یزدانی سے ملنے کراچی جاتی ہیں۔ آفاق انہیں ایئر پورٹ لینے نہیں جاتا۔ مجبوراً "ساشا کو جانا پڑتا ہے۔ وہ آفاق کی بدتہذیبی پر خفا ہو کر واپس چلی جاتی ہیں۔

منزہ' ثمینہ اور نیرو کے بھائی رضا حیدر کے دو بچے ہیں۔ تیمور حیدر اور عزت حیدر۔ تیمور حیدر بزنس مین ہے اور بے حد شاندار پرسنالٹی کا مالک ہے۔ ولید رحمٰن اس کا بیسٹ فرینڈ ہے۔ اس سے حیثیت میں کم ہے مگر دونوں کے درمیان اسٹیٹس حائل نہیں ہے۔ نیرو کے بیٹے سے فارہ کی بہن حمنہ بیاہی ہوئی ہے۔

عزت اپنی آنکھوں سے یونیورسٹی میں بم دھماکا ہوتے دیکھ کر اپنے حواس کھو دیتی ہے۔ ولید اسے دیکھ کر اس کی جانب لپکتا ہے اور اسے سنبھال کر تیمور کو فون کرتا ہے۔ تیمور اسے اسپتال لے جاتا ہے۔ عزت کے ساتھ یہ حادثاتی ملاقات ولید کو ایک خوشگوار حصار میں باندھ لیتی ہے۔ عزت بھی ولید کے بارے میں سوچنے لگتی ہے اور ڈھکے چھپے لفظوں میں ولید سے اپنی کیفیت کا اظہار بھی کر دیتی ہے مگر ولید انجان بن جاتا ہے۔

آفاق فون کر کے فارہ سے شادی کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ فارہ بہت روتی ہے۔ ثمینہ اور اشتیاق یزدانی کو علم ہوتا ہے تو انہیں سخت صدمہ ہوتا ہے۔ ثمینہ کی طبیعت بگڑنے لگتی ہے۔

اشتیاق یزدانی' آفاق سے حد درجے خفا ہو کر اس سے بات چیت بند کر دیتے ہیں۔ آفاق مجبور ہو کر شادی پر راضی ہو جاتا ہے۔ فارہ دل سے خوش نہیں ہو پاتی۔ عزت' تیمور کے موبائل سے ولید کا نمبر لے کر اسے فون کرتی ہے مگر ولید اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا۔ رضا حیدر' تیمور کو فارہ کی شادی کے سلسلے میں فیصل آباد بھیجتے ہیں۔ فارہ اپنی تاریخ میں مادرا کو





بعد اصرار مد عو کرتی ہے۔ ماورا عافیہ بیگم کی ناراضی کے باوجود چلی جاتی ہے۔ وہاں تیمور اور ماورا کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ عزت اپنے دل کی کیفیات ساشا سے بیان کر دیتی ہے۔ ماورا بی گل کو بتاتی ہے کہ وہ رضا حیدر کے بیٹے تیمور حیدر سے ملی ہے۔ بی گل دم بخود رہ جاتی ہیں۔

شادی میں تیمور حیدر' ماورا کے قریب آنے کی کافی کوشش کرتا ہے مگر ماورا کا سخت اور کھردرا رویہ ہربار اسے ناکام کر دیتا۔ تیمور' ماورا سے رضا حیدر کو ملواتا ہے۔ رضا حیدر اسے دیکھ کر چونک جاتے ہیں مگر باوجود کوشش کہ وہ سمجھ نہیں پاتے۔ فارہ کی ہی شادی میں عزت کی ملاقات قیام مرزا کے بیٹے مونس مرزا سے ہوتی ہے۔ وہ سخت بیزار ہوتی ہے جبکہ مونس خوب دلچسپی لیتا ہے۔

آفاق آدھی رات کو غائب ہو جاتا ہے۔ فارہ پریشان ہوتی ہے۔ وہ صبح آکر بتاتا ہے کہ اس کے دوست کے ساتھ کوئی ایمرجنسی ہو گئی تھی۔ اس لیے اس کے آرام کا خیال کرتے ہوئے وہ بغیر بتائے چلا گیا تھا۔ مگر فارہ اس کی بات پہ یقین نہیں کرتی۔ تیمور' فارہ کے ذریعے ماورا کو اپنے آفس میں ایک شاندار پیکج پر جاب کی پیشکش کرتا ہے جسے ماورا کافی حیل حجت کرنے کے بعد قبول کر لیتی ہے۔

۱۷
سترھویں قسط

ماورا لب بھینچ کے رہ گئی تھی۔

اور ہاتھ میں پکڑا موبائل صوفے پہ اچھال دیا تھا اور پھر دونوں ہاتھوں میں سر تھامتے ہوئے خود بھی صوفے پہ بیٹھ گئی تھی۔

"تم اچھا نہیں کر رہے تیمور حیدر! تم اچھا نہیں کر رہے.... تم کھیل رہے ہو اپنے آپ سے.... اپنے جذبات سے 'تمہیں ماورا مرتضیٰ سے کچھ حاصل نہیں ہو گا.... کچھ بھی نہیں.... میں نے بارہا چاہا اور بارہا سوچا ہے کہ تمہیں اپنے مفاد کے لیے استعمال نہ کروں.... کئی بار روکا ہے اپنے آپ کو.... میں اپنے عہد اور ارادوں سے نہ پھرنے والی لڑکی' صرف تمہاری وجہ سے کئی بار پھر چکی ہوں۔ ڈبل مائنڈڈ ہو کر رہ گئی ہوں.... سوچتی کچھ ہوں.... کرتی کچھ ہوں.... اور.... اور ہوتا کچھ ہے.... صرف تمہاری ذات کی اچھائی کی وجہ سے.... مگر تم ہو کہ خودکشی پہ تلے بیٹھے ہو.... میرے بتانے کے باوجود.... سب کچھ نظر آنے کے باوجود خودکشی پہ بضد ہو....؟ پلیز تیمور حیدر مت کروایسا.... پلیز مت کروایسا.... تمہاری تکلیف پہ تکلیف ہو گی مجھے.... دکھ ہو گا مجھے۔"

وہ سوچتے سوچتے تھک گئی تھی اور گہری سانس لیتے ہوئے یک دم اپنے سر سے اپنے ہاتھ پیچھے ہٹا لیے تھے اور اک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی....



"کیا بات ہے بڑی خوش نظر آرہی ہو....؟" ساشا نے یونیورسٹی کی سیڑھیاں اترتے ہوئے عزت کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا....

اور عزت اس کے سوال پہ بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔

"خوش نظر نہیں آرہی.... بلکہ خوش ہوں...." اس نے اپنے خوش ہونے پہ زور دیا تھا جس پہ ساشا نے اسے مزید غور سے دیکھا تھا۔

"اچھا....؟ میں سمجھی کہ نظر آرہی ہو.... خیر.... وجہ بھی بتادو؟" اس نے ایک اور استفسار کیا....

"وجہ۔۔۔ ولید رحمان کے علاوہ۔۔۔ اور کیا ہو سکتی ہے۔۔۔؟" دونوں ایک ساتھ چلتی لان میں آگئی تھیں۔
"ولید رحمان۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔؟" ساشا کو اچنبھا ہوا تھا۔
"مطلب کہ اب کچھ بھی یک طرفہ نہیں ہے۔۔۔ اب وہ بھی اسی راہ کا مسافر ہے۔ جس کی میں ہوں۔۔۔ اس کی محبت کے اظہار کا پیالا لبالب بھرا پڑا ہے اور چھلکنے کو بے تاب ہے۔" وہ کتابیں اور بیگ گھاس پہ رکھتے ہوئے خود بھی بیٹھ گئی تھی اور ساشا بھی۔
"پھر۔۔۔؟" ساشا نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"پھر یہ کہ میں ہی میسر نہیں ہو رہی۔" اس نے لاپروائی سے کہتے ہوئے کندھے اچکائے تھے۔
"کیوں۔۔۔؟ تم کیوں میسر نہیں ہو رہی ہو؟ اب کیا مسئلہ ہے۔۔۔؟"
"اب مسئلہ نہیں ہے۔۔۔ مشغلہ ہے۔۔۔ بس اسے تھوڑا ستا کر مزا آ رہا ہے۔۔۔ وہ میرے لیے بے قرار ہو رہا ہے۔۔۔ اور مجھے جیسے سکون آ رہا ہے۔۔۔ میری بے قراریوں کو قرار آ رہا ہے۔۔۔" عزت بڑے سکون سے ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی تھی اور ساشا نے اس کے چہرے کو ایک بار پھر دیکھا تھا۔
"اور وہ مونس مرزا۔۔۔ اس کا قصہ کیا ہوا بھلا۔۔۔؟" ساشا جیسے سارے سوال آج ہی پوچھ لینا چاہتی تھی۔
"وہ بھی اس کو ہی ستانے کا اک طریقہ تھا مگر اس طریقے کو آزمانے کے لیے مجھے اپنی برداشت آزمانا پڑ سکتی تھی۔۔۔ اس لیے مونس مرزا کو اسی روز کہہ دیا تھا کہ میں مزید آگے نہیں جا سکتی۔۔۔ مجھے راستے میں ہی ڈراپ کر دے۔۔۔"
"تو اس نے ڈراپ کر دیا تمہیں۔۔۔؟" ساشا کا سوال عجیب معنی لیے ہوئے تھا کیونکہ مونس مرزا کے متعلق وہ بھی کافی کچھ سن چکی تھی۔
"آف کورس۔۔۔!" اس کی لاپروائی ہنوز تھی۔
"مگر عزت۔۔۔ وہ ڈراپ کر دینے والوں میں سے نہیں ہے۔۔۔ تم اس کی ریپوٹیشن اور اس کی نیچر کو نہیں جانتیں۔" ساشا نے اسے بتانا چاہا تھا۔
"وہ بھی میری ریپوٹیشن اور نیچر کو نہیں جانتا۔۔۔" عزت نے اپنی بات پہ زور دیا تھا۔
"تم اسے راستے میں چھوڑ کر پلٹی ہو۔۔۔ وہ کبھی بھولے گا نہیں۔۔۔ بلکہ تمہارا اپنی منزل پہ پہنچنا مشکل کر دے گا۔"
"پلیز ساشا۔۔۔! میں بہت اچھے موڈ میں ہوں۔۔۔ میرا موڈ خراب مت کرو۔" عزت کوفت سے بولی تھی۔
"تم نے بھی اس کا اچھا موڈ خراب کیا ہے۔۔۔ اسی لیے وہ انتظام کر رہا ہے۔" ساشا بڑبڑائی تھی۔
"کیا مطلب۔۔۔ انتظام۔۔۔؟" عزت چونکی۔
"کچھ نہیں۔۔۔ تمہارا موڈ خراب ہو گا۔۔۔ فی الحال تم انجوائے کرو۔" اب کی بار ساشا نے لاپروائی دکھائی تھی اور عزت ناسمجھی سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی۔



"عزت۔۔۔!" وہ یونیورسٹی کی پارکنگ سے گاڑی نکال رہی تھی، جب اسے ولید کا میسج موصول ہوا تھا اور اس کا میسج دیکھ کر عزت کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔
"ہوں۔۔۔؟" اس نے یک لفظی جواب دیا تھا۔

"انتظار...!" ولید کا جواب بھی فوراً" آیا تھا۔
"کس کا...؟" عزت نے بڑے اطمینان سے پوچھا۔
"عزت کا...!" اگلا جواب۔
"وہ تو گھر جارہی ہے...؟" لاپروائی سے میسج سینڈ کیا تھا۔
"اور ولید یہاں ٹیبل ریزرو کروائے بیٹھا ہے..." ولید نے جیسے دہائی دی تھی...
"کہاں...؟" عزت بے ساختہ پوچھ بیٹھی۔
"وہیں... جہاں ملاقات ادھوری رہ گئی تھی..." اس کا جواب فوری تھا۔
"اوہ...!" عزت سوچ میں پڑ گئی تھی اور پھر یوٹرن لیتے ہوئے گاڑی کا رخ بدل دیا تھا...!



صبح آفاق کی آنکھ خاصی دیر سے کھلی تھی اور آنکھ کھلتے ہی اس نے فوراً" اپنے بیڈ کی برابر والی سائیڈ کی طرف دیکھا تھا... سائیڈ خالی تھی۔

"فارہ...!" وہ زیرِ لب اس کا نام لیتے ہوئے کہنی کے بل سیدھا ہو بیٹھا تھا۔

اس کے ذہن میں وہی رات والا منظر گھوم رہا تھا' جب فارہ کے جذباتی پن پہ اس نے اس کے چہرے پہ تھپڑ دے مارا تھا... اور اس تھپڑ کا خیال آتے ہی اس کے دل میں پچھتاوے کی ایک لہر سی دوڑ گئی تھی اور وہ فارہ کو دیکھنے اور اس سے بات کرنے کے لیے بے چین ہو گیا تھا۔

"فارہ...!" وہ اسے آواز دیتے ہوئے کمبل ہٹا کر بستر سے اٹھ گیا تھا۔
"فارہ...!" وہ اسے بیڈ روم اور واش روم میں کہیں بھی نظر نہ آئی تو وہ کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔
"فارہ... فارہ...! ممی... فارہ کہاں ہے...؟" فارہ کو آوازیں دیتے دیتے وہ ثمینہ یزدانی کو دیکھ کر رک گیا تھا۔
"تمہیں بہتر پتا ہو گا..." ان کا لہجہ سرد تھا مگر آفاق نے نوٹ نہیں کیا تھا۔
"میں ابھی سو کر اٹھا ہوں... مجھے نہیں پتا... آپ اسے بیڈ روم میں بھیج دیں مجھے بات کرنی ہے اس سے..." آفاق لاپروائی سے کہتا پلٹ گیا تھا۔
"فارہ یہاں نہیں ہے...؟" ثمینہ یزدانی کے سرد و سپاٹ سے لہجے پہ آفاق کے آگے بڑھتے قدم رک گئے تھے۔

"فارہ یہاں نہیں ہے... کیا مطلب...؟" وہ ٹھٹک کر دوبارہ ان کی طرف پلٹا تھا۔
"وہ چلی گئی ہے..." ان کا انداز ہنوز تھا۔
"چلی گئی ہے...؟ مگر کہاں...؟" آفاق ناسمجھی سے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
"فیصل آباد..." ان کا جواب انتہائی سرد اور مختصر تھا مگر آفاق کے لیے کسی زوردار دھماکے سے کم نہیں تھا...
"واٹ... فارہ فیصل آباد چلی گئی...؟ مم... مگر کیوں...؟" آفاق کو یوں لگا جیسے کسی نے اس کا دل کھینچ کے نکال لیا ہو...
"اسی لیے تو کہا ہے کہ تمہیں بہتر پتا ہو گا..." ثمینہ یزدانی کہہ کر پلٹ گئی تھیں۔
"مگر مجھے نہیں پتا ممی... وہ' وہ مجھے بتائے بغیر گئی ہے... اس نے مجھے بتایا بھی نہیں۔" آفاق اس وقت صدمے کی حالت میں تھا اس سے کچھ کہا ہی نہیں جا رہا تھا۔

"تم بھی تو اکثر اسے بتائے بغیر ہی جاتے ہو۔۔۔ اسے پتا بھی نہیں ہوتا؟" ثمینہ یزدانی تلخی سے کہتی ہوئی چلی گئی تھیں اور آفاق جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا تھا۔۔۔!



"ہیلو۔۔۔" ولید اپنے دھیان میں بیٹھا دوسری طرف میں دیکھ رہا تھا' جب اچانک عزت کی آواز پہ چونک کر دیکھنا پڑا تھا۔۔۔ وہ عین اس کے سامنے کھڑی تھی۔۔۔ ولید یکدم گڑبڑا کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ہائے۔۔۔!" اس نے فوراً" اپنے آپ کو سنبھالا کیا تھا۔

"ہاؤ آر یو۔۔۔؟" عزت نے بڑے کھنکتے لہجے میں پوچھا تھا۔

"فائن۔۔۔! پلیز۔۔۔" اس نے کہتے ہوئے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا اور عزت مسکراتی ہوئی سر ہلا کر بیٹھ گئی تھی۔

"تھینک یو۔۔۔" ساتھ ہی اس کا شکریہ بھی ادا کیا تھا۔ اور ولید اس کے مقابل کرسی پہ بیٹھتے ہوئے بے ساختہ ہنس دیا تھا۔

"وجہ۔۔۔؟" عزت نے اس کے ہنسنے پہ ذرا تعجب کا اظہار کیا تھا۔

"یہی کہ ہم اگر اس طرح تھینکس وغیرہ سے ملاقات کا آغاز کریں گے تو ملاقات بہت ہی پرتکلف ملاقات ہو گی۔۔۔" اس نے ہنسنے کی وجہ بیان کی۔

"تو۔۔۔؟" عزت نے جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے بھنویں اچکائیں۔

"تو یہ کہ۔۔۔" ولید بات ادھوری چھوڑتے ہوئے سر کھجانے لگا تھا اور اس کے ہونٹوں تلے دبی مسکراہٹ

صاف دکھائی دے رہی تھی۔
"کہ۔۔۔؟" عزت کی نظریں سوالیہ تھیں۔
"میں پر تکلف ملاقات نہیں چاہتا۔۔۔" لہجہ معنی خیز سا ہو رہا تھا۔
"کیوں۔۔۔؟" عزت کی نظریں ہنوز سوالیہ تھیں۔
"کیوں کہ میں بے تکلف ملاقات چاہتا ہوں۔۔۔ ایسی ملاقات۔۔۔ جس سے روٹھی ہوئی گزشتہ ملاقاتیں بھی مسکرا اٹھیں۔۔۔ اور آئندہ کی ملاقات اس ملاقات کے تصور سے ہی مہک جائیں۔۔۔" ولید کا لہجہ مسکرا رہا تھا اور مہک بھی رہا تھا، جس سے عزت کا دل بیٹھے بیٹھے بے طرح دھڑکا تھا۔۔۔ اور اتنا دھڑکا تھا کہ اس جیسی انتہائی بولڈ لڑکی کے رخساروں پہ بھی خفیف سی سرخی دوڑ گئی تھی۔
"میں گھر جا رہی تھی۔۔۔ راستے سے پلٹی ہوں۔" اس نے بات بدل دی۔
"میں بھی راستے سے ہی پلٹا ہوں۔۔۔" اس کا مفہوم اور تھا۔
"کوئی ضروری کام۔۔۔؟" عزت اس کی ہر بات سے کترانے کی کوشش کر رہی تھی کیوں کہ اس کی ہر بات ہی آج کچھ معنی لیے ہوئے تھی۔
"اس سے ضروری کام اور کوئی نہیں ہے عزت۔۔۔ پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔۔۔ زندگی بہت مختصر ہے۔۔۔ اور بکھیڑے ہزاروں۔۔۔" ولید کی بات پہ عزت نے یکدم تڑپ کر دیکھا تھا۔
"یہ کیا کہہ رہے ہو ولید۔۔۔؟"
"ٹھیک کہہ رہا ہوں۔۔۔ اور میں اپنے بکھیڑوں سے ڈرتا تھا۔۔۔ بے بسی اچھے بھلے انسان کو بے بس کر دیتی ہے۔۔۔ خصوصاً" اس وقت جب مجھ جیسا شخص تم جیسی لڑکی سے محبت کی جرات اور جرات کے بعد اعتراف کر لیتا ہے۔" ولید بے حد گھرے لہجے میں بولا تھا اور عزت اس کی بات پہ الجھ الجھ گئی تھی۔
"مجھ جیسا شخص۔۔۔؟" عزت نے دہرایا۔
"ہاں مجھ جیسا۔۔۔ جو اپنی اوقات نہیں دیکھتا۔۔۔ اور عزت حیدر جیسے چاند کی تمنا کر بیٹھتا ہے۔۔۔ جسے پتا بھی ہے کہ چاند کی تمنا۔۔۔ لاحاصل ہے۔۔۔ چاند کسی کو نہیں ملتا۔۔۔ اور نہ ملے گا۔۔۔" ولید کافی حقیقت پسندی کا مظاہرہ کر رہا تھا اور عزت نے بڑے اطمینان سے اس کی طرف دیکھا تھا۔
"اپنی اوقات عزت حیدر سے پوچھو۔۔۔" عزت کا لہجہ حد درجہ مضبوط تھا۔
"وہی تو پوچھنے آیا ہوں۔۔۔" ولید کا لہجہ بھی بدل چکا تھا۔
"کیا کیا بتاؤں۔۔۔؟" عزت نے ڈائریکٹ اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔
"صرف یہ۔۔۔ کہ میں جو ہوں۔۔۔ جیسا ہوں۔۔۔ وہی کافی ہوں۔۔۔ یا مجھے اپنا آپ اور اپنی اوقات بدلنی ہوگی۔۔۔؟ دولت کے پیچھے بھاگنا پڑے گا۔۔۔ یا گزارا ہو جائے گا۔۔۔؟" ولید نے عزت کے چہرے پہ نظروں کا لمس ثبت کیا تھا اور عزت کے چہرے کو اک دلفریب مسکراہٹ چھو گئی تھی۔
"گزارا ہو جائے گا۔۔۔" عزت کا لہجہ بہت شریر تھا، ولید نے بمشکل دل کو سنبھالا دیا۔
"سوچ لو عزت۔۔۔ مفلسی اور بے روزگاری آئے روز میرے گھر کی مہمان بنی رہتی ہیں۔ آج یہ جاب ہے۔۔۔ کل نہیں ہوگی۔۔۔ گزارا کیسے ہوگا۔۔۔؟" ولید اسے ہر قسم کی مشکل سچویشن سے آگاہ کرنا چاہ رہا تھا۔
"جاب نہ ہوئی۔۔۔ نہ سہی۔۔۔ تم تو ہوگے ناں۔۔۔؟ اور گزارے کے لیے تم کافی ہو میرے لیے۔۔۔ جاب سے بھلا کیا ہوتا ہے۔۔۔ جو ہوتا ہے۔۔۔ وہ تو جناب سے ہوتا ہے۔" عزت کا اشارہ ولید کی طرف تھا اور ولید اس کے اشارے پہ بے ساختہ ٹھہر گیا تھا۔

"کیا اس جناب سے آپ کے گھر والوں کا بھی گزارا ہو جائے گا۔۔۔" اس نے بھی مسکرا کر پوچھا۔
"میرا ہو جائے گا۔۔۔ گھر والوں کا نہ بھی ہوا تو چلے گا۔۔۔" وہ بھی بڑی لاپروائی سے بولی تھی اور اب کی بار ولید قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔
"رضا حیدر۔۔۔ آپ کے فادر محترم بڑے کاروباری آدمی ہیں' اتنا گھاٹے کا سودا نہیں کریں گے۔۔۔"
"کاروباری آدمی تو میرے برادر محترم بھی ہیں۔۔۔؟" عزت نے تیمور کا ذکر کیا۔
"فکر ناٹ۔۔۔ بی کاز۔۔۔ وہ اپنا فرینڈ محترم بھی ہے۔۔۔ یہ سودا ہنس کے قبول کرے گا۔۔۔" ولید کو تیمور پہ یقین تھا اور عزت کو بھی۔۔۔ اسی لیے اس نے بھی اثبات میں سر ہلایا تھا۔
"تو پھر اب مطلب کی بات کریں۔۔۔؟ سوری۔۔۔ میرا مطلب ہے کہ محبت کی بات کریں۔۔۔؟" ولید نے جان بوجھ کر کہتے ہوئے تصحیح کی تھی اور عزت بھی ہنس پڑی تھی۔



ماورا آج بالآخر آفس آ ہی گئی تھی۔۔۔
"ہیلو مس ماورا۔۔۔" تیمور کی پی اے سحرش زمان نے اسے دیکھتے ہی خوشگواریت کا اظہار کیا تھا۔
"ہیلو۔۔۔!" ماورا سنجیدگی سے جواب دیتی اس کے پاس سے گزر کے اپنے کیبن میں چلی گئی تھی۔۔۔ اور سحرش زمان راہداری میں کھڑی اسے دیکھتی رہ گئی تھی اسے کبھی کبھی ماورا مرتضیٰ بڑی عجیب و غریب سی پرسنالٹی لگتی تھی۔۔۔ کبھی بہت ہی سمجھ دار اور سلجھی ہوئی۔۔۔ اور کبھی بہت ہی بدتمیز اور بددماغ سی نظر آتی تھی۔
"مس سحرش۔۔۔؟" تیمور حیدر کی آواز پہ سحرش زمان یکدم چونک کر متوجہ ہوئی تھی۔
"گڈ مارننگ سر۔۔۔!" سحرش زمان سٹپٹا کر بھی وش کرنا نہیں بھولی تھی۔
"گڈ مارننگ۔۔۔" تیمور نے آہستگی سے سر ہلا کر جواب دیا۔
"آر یو آل رائٹ مس سحرش۔۔۔؟" تیمور نے اسے راستے کے بیچوں بیچ کھڑے دیکھ کر سوال کیا تھا۔
"اوہ سوری سر۔۔۔!" سحرش اس کے سوال کا مفہوم سمجھتے ہی یکدم سامنے سے ہٹ گئی تھی اور تیمور آگے بڑھتے بڑھتے بے ساختہ رک گیا تھا۔
"مس ماورا مرتضیٰ آئیں۔۔۔؟" اس نے پلٹ کر سحرش کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔
"جی سر۔۔۔ اپنے کیبن میں ہیں۔" سحرش نے اشارہ کیا۔
"انہیں میرے روم میں بھیجیے۔۔۔" تیمور سنجیدگی سے کہتا پلٹ کر اپنے روم میں چلا گیا تھا اور سحرش زمان اس کے بھی تیور دیکھتی رہ گئی تھی۔



"مے آئی کم ان سر۔۔۔؟" وہ گلاس ونڈو کے پاس کھڑا باہر کے مناظر دیکھ رہا تھا جب ماورا مرتضیٰ کی پرسکون اور پُراعتماد سی آواز سماعتوں سے ٹکرائی تھی۔
"یس کم ان۔۔۔!" تیمور نے بھی انتہائی سکون سے پلٹتے ہوئے اجازت دی تھی۔
اتنے میں وہ بھی اس کی ٹیبل کے قریب آ چکی تھی۔
"تشریف رکھیے۔۔۔!" تیمور نے اپنی نشست کی طرف بڑھتے ہوئے اشارہ کیا۔
"تھینکس۔۔۔!" ماورا بڑے لیے دیے انداز سے کہتی کرسی پہ بیٹھ گئی تھی۔۔۔ اور تیمور نے بھی اپنی کرسی سنبھال لی تھی۔

"بی گل کیسی ہیں؟" تیمور نے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں استفسار کیا۔
"ٹھیک ہیں۔" مختصر سا جواب آیا۔
"اور آپ۔۔۔؟" تیمور نے اس کے چہرے پہ نظریں جماتے ہوئے پوچھا۔
"آپ نے بلایا تھا۔۔۔؟" وہ بڑے احسن طریقے سے بات بدل گئی تھی اور تیمور اس کے اس انداز پہ دونوں ہاتھوں کو آپس میں الجھائے لب بھینچ کر چند لمحوں کے لیے سر جھکا کر جیسے کسی سوچ میں پڑ گیا تھا پھر کچھ توقف کے بعد کہنے لگا۔
"کیا میں امید کر سکتا ہوں کہ میں آج جو بھی سوال کروں گا۔۔۔ آپ مجھے اس کا صاف اور سچ سچ جواب دیں گی؟" تیمور کا لہجہ 'انداز' الفاظ اور چہرے کے تمام تاثرات سب فیصلہ کن سے ہو رہے تھے اسی لیے ماورا مرتضیٰ کی طرف بھی سنجیدگی کسی دیوار کی مانند کھڑی نظر آ رہی تھی۔
"ہوں۔۔۔ آکر سکتے ہیں۔۔۔" اس کا دوٹوک جواب اثبات میں تھا۔
"دیکھیں مس ماورا مرتضیٰ۔۔۔ یوں سمجھیں کہ میں نے آپ سے کچھ کہنا ہے تو آج ہی کہنا ہے۔۔۔ اور آپ نے کچھ سننا ہے تو آج ہی سننا ہے۔ یوں سمجھیں آج فیصلہ ہو گا۔" تیمور نے ایک تمہید باندھی تھی۔۔۔ دوٹوک تمہید۔۔۔!
"ہوں۔۔۔! سن رہی ہوں۔" وہ اس کے سامنے بڑے اعتماد سے بیٹھی جواب دے رہی تھی۔
"میں نے پہلی بار آپ کو گاڑی میں دیکھا۔۔۔ آپ کو فالو کیا۔۔۔ کیا آپ کو پتا تھا۔۔۔؟" اس نے پہلے روز سے حساب کتاب کا کھاتا کھولا۔۔۔
"ہاں۔۔۔!" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
"دوسری بار آپ کو فارہ کے گھر دیکھا۔۔۔ آپ سے تعارف ہوا۔۔۔ آپ نے مجھے پہچانا۔۔۔ کیسا فیل ہوا آپ کو۔۔۔؟"
"غصہ آیا تھا۔۔۔ اور حیرت ہوئی تھی کہ آپ رضا حیدر کے بیٹے ہیں۔۔۔" اس نے صاف صاف جواب دیا۔
"غصہ کیوں آیا تھا۔۔۔؟" تیمور کے سوالات کا سلسلہ جاری ہو چکا تھا۔
"کیوں کہ آپ نے مجھے فالو کیا تھا۔۔۔ اور مجھے آپ کو دیکھ کر آپ کی حرکت پہ حیرت ہوئی تھی۔۔۔"
"پھر فارہ کے گھر پہ اور بھی ملاقاتیں ہوئیں۔۔۔ کیسا لگا آپ کو۔۔۔؟" اگلا سوال۔۔۔
"اے ڈیسنٹ پرسنالٹی۔۔۔" جواب امید افزا تھا۔
"میں نے پھر آپ کو فالو کیا۔۔۔" اس نے بات بڑھائی۔
"مجھے پھر غصہ آیا۔۔۔" وہ بھی لگی لپٹی نہیں رکھنے آئی تھی۔
"اور مجھے آپ کا غصہ پسند آ گیا۔۔۔ آپ کے غصے کے باوجود میں اپنے آپ کو روک نہیں پایا۔۔۔" وہ اصل بات کی طرف آ گیا۔
"یہ میرا مسئلہ نہیں تھا۔۔۔" اس کے پاس لاپروائی اور لاتعلقی کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔۔۔
"میں نے آپ کو جاب آفر کی آپ نے انکار کر دیا۔۔۔ کیوں۔۔۔؟"
"کیوں کہ آپ کی جاب میری منزل نہیں تھی۔۔۔ میری منزل اور تھی۔۔۔ میرے ارادے اور تھے۔۔۔ میرا عہد اور تھا۔" ماورا کا لہجہ اب بھی ہنوز تھا۔
"پھر آپ نے یہ آفر قبول کر لی۔۔۔ وجہ؟" وہ بھی بڑے تحمل سے پوچھ رہا تھا۔
"کیونکہ کراچی آنا میرا مقصد تھا۔۔۔ اور کچھ نہ سہی وقتی طور پہ میرا یہ مقصد تو پورا ہو گیا ناں۔۔۔؟"

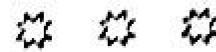
"پھر آپ یہ جاب کیوں چھوڑ رہی ہیں۔۔۔؟" سوال پہ سوال جاری تھا۔
"اس لیے کہ مقصد وقتی طور پہ پورا ہوا ہے۔۔۔ ورنہ یہ جاب مجھے کچھ نہیں دے سکتی۔" وہ مایوس ہوئی۔
"آپ کو کیا چاہیے۔۔۔؟" تیمور مزید سنجیدہ ہوا تھا۔
"آپ کی سوچ اور آپ کے اختیار سے، بہت زیادہ۔۔۔" اس کا لہجہ گہرا تھا۔
"میری محبت سے بھی زیادہ۔۔۔؟" تیمور نے بے اختیار پوچھا۔
"محبت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا سوائے دکھ کے۔۔۔" ماورا نے سر جھٹکا۔
"لیکن مس ماورا۔ محبت۔" اس نے کچھ کہنا چاہا۔
"محبت، محبت، محبت! مجھے ضرورت نہیں ہے محبت کی۔۔۔ مجھے کامیابی کی ضرورت ہے، مجھے دولت کی ضرورت ہے۔۔۔ مجھے پیسے کی ضرورت ہے۔ مجھے آسائشوں کی ضرورت ہے۔۔۔ میرا بچپن ایک چھوٹے سے گھر میں گزرا ہے میری ماں نے دن رات ایک ایک پائی جمع کر کے مجھے پالا پوسا، مجھے تعلیم دلوائی ہے۔ انہیں امیدیں ہیں مجھ سے۔۔۔ میں محبتوں کے چکر میں پڑ جاؤں۔۔۔ اپنے آپ کا سوچنے لگ جاؤں اپنے عزم اور عہد سے ہٹ جاؤں تو ان کی امیدیں کون پوری کرے گا بھلا۔۔۔؟ کون۔۔۔؟" ماورا یکدم اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھی اور تیمور اس کے اس طرح اچانک پھٹ جانے پہ دنگ رہ گیا تھا۔

وہ اچھا ہے تو اچھا ہے، برا ہے تو بھی اچھا ہے
مزاج عشق میں عیب یار نہیں دیکھے جاتے

تیمور حیدر کے آفس روم میں خاموشی چھائی ہوئی۔ اب ماورا صوفے پہ بیٹھی تھی اور سر جھکا ہوا تھا، جبکہ تیمور اس کے سامنے والے صوفے پہ بیٹھا کسی فیصلے پہ پہنچنے کے آخری مراحل میں تھا۔
اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا اس کا موبائل بجنے لگا تھا اور ان دونوں کے درمیان خاموشی کا تسلسل ٹوٹ گیا تھا۔۔۔ نمبر ولید کا تھا۔۔۔ تیمور نے کاٹ دیا۔۔۔ اور پھر اک گہری سانس خارج کرتے ہوئے بالآخر ڈٹ جانے کا اعلان کر دیا۔
"شادی کریں گی مجھ سے۔۔۔؟" تیمور نے بڑے ہی ٹھہرے ہوئے اور تحمل آمیز لہجے میں اتنا اہم سوال کر لیا تھا کہ ماورا نے یکدم سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔
"شادی۔۔۔؟" ماورا کے ہونٹ ذرا سے کپکپائے تھے۔
"ہاں شادی۔۔۔؟ کیوں کہ اس طرح آپ کے تمام عہد اور تمام ارادے پورے ہو جائیں گے۔" تیمور کا لہجہ مضبوط تھا۔
"لیکن میرے عہد اور ارادوں کو پورا کرنے کے لیے شادی کافی نہیں ہے اس کے لیے مجھے۔۔۔"
"میں اپنا سب کچھ آپ کے نام لکھ دوں گا۔۔۔ اپنا بینک بیلنس، اپنا گھر، اپنا بزنس، اپنے تمام اثاثے۔۔۔ یہاں تک کہ اپنا آپ بھی۔۔۔" تیمور کی محبت آج انتہا کو جا پہنچی تھی اور وہ ماورا کے نام پہ سب کچھ وار دینے کو تیار ہو گیا تھا۔۔۔ جبکہ ماورا چند لمحوں کے لیے دم بخود سی رہ گئی تھی کیوں کہ اس نے فیصلہ ہی ایسا سنایا تھا کہ۔۔۔!
"مگر۔۔۔!" اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن تیمور نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔
"اگر مگر کی گنجائش نہیں ہے مس ماورا۔۔۔ آپ کی ہاں کی ضرورت ہے بس۔۔۔ باقی میں نے جو کہا ہے میں اس پہ قائم ہوں۔۔۔ آج بھی اور کل بھی۔۔۔ میرے پاس جو کچھ بھی ہے۔۔۔ اس میں سے ایک پائی بھی اپنے پاس نہیں رکھوں گا۔۔۔ البتہ میرے بابا، ماما اور میری سسٹر کے اکاؤنٹس میں کیا کچھ ہے۔۔۔ اس کا مجھے کچھ پتا نہیں ہے۔۔۔ مگر یہ بات طے ہے کہ ان سب سے زیادہ ملکیت میرے پاس ہے اپنی جائداد کے تمام اثاثے میرے نام ہیں، بابا نے میرے بزنس سنبھالتے ہی سب کچھ میرے نام کر دیا تھا۔۔۔ اس لیے اب جو کچھ میرے پاس ہے میں آپ کے نام

کروں گا۔ کیوں کہ مجھے اس دولت سے اس جائیداد سے محبت نہیں ہے۔۔۔ مجھے ماورا مرتضیٰ سے محبت ہے۔۔۔ اور اس محبت کے سامنے یہ سب کوئی معنی نہیں رکھتا۔۔۔" تیمور کہتے ہوئے کھڑا ہو گیا تھا اور ماورا کچھ بھی کہنے سننے کی پوزیشن میں نہیں رہی تھی۔

"آپ جا سکتی ہیں۔۔۔ میں آپ کے جواب کا انتظار کروں گا۔۔۔ آپ سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لیجیے۔۔۔ یہ آپ کی زندگی کا سوال ہے۔۔۔" تیمور نے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنساتے ہوئے کہا تھا۔۔۔ اور پھر اس کی طرف دیکھے بغیر یکدم پلٹ کر اپنے کمرے سے نکل گیا تھا۔ لیکن پیچھے ماورا مرتضیٰ کے لیے سوچوں کا اک جہان چھوڑ گیا تھا۔۔۔ کیونکہ اب جو بھی کرنا تھا۔۔۔ ماورا مرتضیٰ نے کرنا تھا۔۔۔ اس کے تمام عزم اور ارادے۔۔۔ اس کے تمام مقصد اور مفاد اس کی ایک ہاں کے فاصلے پہ کھڑے تھے۔۔۔ صرف ایک ہاں کے فاصلے پہ۔۔۔!



تیمور گاڑی سے اترتے ہی پورچ میں چند اور گاڑیاں دیکھ کر چونک گیا۔

اس کا مطلب تھا کہ گھر پہ مہمان آئے ہوئے ہیں اور تیمور مہمانوں کا سوچ کر ہی کوفت میں مبتلا ہو گیا تھا وہ اس وقت تنہائی اور آرام چاہتا تھا۔۔۔ مگر۔۔۔!

"تیمور۔۔۔!" وہ راہداری سے گزر کے آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ رضا حیدر نے پکار لیا تھا اور تیمور کے قدم رک گئے تھے اُسے مجبوراً "ڈرائنگ روم میں داخل ہونا پڑا تھا۔۔۔ جہاں قیام مرزا کی فیملی براجمان تھی۔

"السلام علیکم۔۔۔!" اس نے اونچی آواز میں سب کو سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام۔۔۔ کیسے ہو تیمور بیٹا۔۔۔؟" قیام مرزا اور مونس مرزا اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔۔۔

"آئی ایم فائن۔۔۔ انکل! آپ پلیز تشریف رکھیے۔۔۔" تیمور نے فوراً "انہیں بیٹھنے کا کہا تھا اور مونس مرزا سے ہاتھ ملاتے ہوئے خود بھی اس کے برابر ہی بیٹھ گیا تھا۔

"کیا بات ہے۔ بہت تھکے ہوئے سے لگ رہے ہو۔۔۔ طبیعت تو ٹھیک ہے ناں۔۔۔؟" رضا حیدر کو بیٹے کے موڈ سے ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی ٹینشن ضرور ہے۔

"جی بس آج کام زیادہ تھا۔۔۔" اس نے لاپروائی سے سر جھٹکا۔

"ہوں۔۔۔! تو پھر تم جا کر آرام کرو۔۔۔" رضا حیدر نے اسے بیٹھنے پہ مجبور نہیں کیا تھا۔

"نو۔۔۔ اٹس او کے۔۔۔ مام پلیز ایک کپ چائے منگوا دیں۔۔۔" تیمور نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے رابعہ بیگم کی طرف دیکھا تھا اور وہ فوراً "ملازمہ کو آرڈر دینے کے لیے کھڑی ہو گئی تھیں۔

"اور سناؤ بیٹا۔۔۔ بزنس کیسا چل رہا ہے آج کل؟" قیام مرزا کا رخ تیمور کی طرف ہو چکا تھا۔۔۔

"ہمیشہ کی طرح فنٹاسٹک جا رہا ہے اللہ کی مہربانی سے۔" اس نے بڑے ٹھہرے ہوئے انداز سے جواب دیا تھا۔

"یہ تو ہے۔۔۔ تمہارے بزنس اور تمہارے کام کا چرچا تو پورے شہر میں ہوتا ہے۔۔۔ رضا حیدر کے کاروبار کو چار چاند لگا دیے ہیں تم نے۔۔۔ اور ادھر ہم ہیں کہ اپنے بیٹوں سے ابھی تک محض امیدیں لگائے بیٹھے ہیں۔۔۔" قیام مرزا نے تاسف سے کہتے ہوئے پہلے رضا حیدر کو اور پھر مونس مرزا کو دیکھا تھا جس پہ مونس مرزا مصنوعی خفگی سے پہلو بدل کر رہ گیا تھا اور رضا حیدر اس کی حرکت پہ بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنسے تھے۔

"اب یہ تو نہ کہو قیام مرزا۔۔۔ ابھی سب کچھ تمہارے اختیار میں ہے۔۔۔ تم خود سنبھال رہے ہو۔۔۔ جب اس کے اختیار میں ہو گا۔۔۔ وہ بھی سنبھال لے گا۔۔۔ رضا حیدر نے مونس مرزا کی طرف داری کی تھی اور مونس مرزا کو قدرے ڈھارس مل گئی۔

"تھینک یو انکل۔۔۔ ڈیٹس پوائنٹ۔" مونس مرزا کو شہہ ملی تھی۔
"میرے اختیار میں اس لیے ہے کہ مجھے پتا ہے یہ اکیلا ہینڈل نہیں کر سکے گا۔۔۔ جبکہ تمہارا بیٹا تو ماشاء اللہ سو پہ بھاری ہے۔۔۔ اس سے کوئی جیت نہیں سکتا۔" قیام مرزا نے تیمور کو سراہا تھا۔
لیکن انکل! آپ کو کیا پتا کہ میں ایک لڑکی کے سامنے ہار چکا ہوں۔۔۔ میں اس سے جیت نہیں سکتا۔" تیمور نے دل ہی دل میں کہتے ہوئے جیسے اپنا مذاق اڑایا تھا۔
"لیکن بھائی صاحب۔۔۔! ہمارا بیٹا جیسا بھی ہے۔۔۔ ہم اسے لے کر آپ کے در پہ جھولی پھیلانے آئے ہیں۔۔۔ اسے بھی اپنا بیٹا بنالیں۔۔۔" مسز مرزا نے بات کرنے کے لیے موقع مناسب سمجھا تھا۔
"میں سمجھا نہیں بھابھی۔۔۔؟" رضا حیدر صاف بات سننا چاہتے تھے۔
"میں سمجھا دیتا ہوں۔۔۔ ہم دراصل آج عزت بٹی کے لیے سوالی بن کر آئے ہیں۔۔۔ اور پلیز انکار مت کرنا۔۔۔ تمہاری بٹی میری بہو بن جائے۔۔۔ اس سے بڑی خوشی میرے لیے اور کیا ہوگی بھلا۔۔۔؟" قیام مرزا نے بالآخر اپنے مطلب کی بات کہہ دی تھی جبکہ تیمور بری طرح چونک گیا تھا۔
"عزت کے لیے۔۔۔؟" اس نے بے ساختہ زیر لب دہرایا تھا۔



"امی۔۔۔! مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔" رات کا کھانا کھانے کے بعد اس نے ٹیبل سے اٹھتے ہوئے کہا تھا اور عافیہ بیگم ٹھٹک گئی تھیں انہوں نے بے ساختہ بی گل کی طرف دیکھا تھا بی گل نظریں چرا گئی تھیں۔
"ہوں۔۔۔ آ رہی ہوں۔۔۔" وہ سرہلا کر کہتے ہوئے برتن سمیٹنے لگیں۔
اور بی گل دل ہی دل میں درود شریف کا ورد کرتی ہوئی اٹھ کر لاؤنج میں آگئی تھیں۔۔۔ کیوں کہ بی گل کو اندازہ تھا کہ تھوڑی دیر میں یہاں قیامت برپا ہونے والی ہے اور اسی قیامت کو سوچ کر ان کے دل میں ہول اٹھ رہے تھے جس کے خوف کی وجہ سے بی گل کثرت سے درود شریف پڑھ رہی تھیں۔ اتنے میں عافیہ بیگم بھی وہیں آگئی تھیں۔
"خیریت بی گل۔۔۔؟ ماورا کیا کہنا چاہتی ہے۔۔۔؟ سب ٹھیک تو ہے نا۔۔۔؟" عافیہ بیگم کو بھی بے چینی ہو رہی تھی اسی لیے ماورا کے کہنے سے پہلے ہی بات جان لینا چاہتی تھیں۔
"اسی کو پتا ہوگا۔۔۔ لو آگئی ہے وہ بھی۔۔۔" انہوں نے ماورا کو دیکھ کر شکر ادا کیا تھا کہ وہ آگئی ہے اور انہیں زیادہ ٹال مٹول سے کام نہیں لینا پڑا۔
ماورا آکر عافیہ بیگم کے مقابل صوفے پہ بیٹھ گئی تھی۔
"دیکھیں امی۔۔۔! آج میں بھی آپ سے زندگی کی آخری بات کرنے والی ہوں۔ ایسی آخری بات جس میں آپ نے مجھے انڈر اسٹینڈ کرنا ہے اور میرا ساتھ دینا ہے۔۔۔ اگر آپ آج میرا ساتھ نہیں دیں گی تو مجھے ساری زندگی آپ کے ساتھ کی ضرورت نہیں رہے گی۔۔۔ میں یہی سمجھوں گی کہ میں اکیلی رہ گئی ہوں۔" ماورا نے آج بھی ہمیشہ کی طرح عافیہ بیگم سے بات کرنے کے لیے پہلے تمہید باندھنا شروع کی تھی۔
"تم بات کرو۔۔۔" عافیہ بیگم سنجیدگی سے بولیں۔
"امی آپ کو صبر سے اور ہمت سے کام لینا ہوگا۔۔۔" اس نے پھر سمجھانے کی کوشش کی۔
"میں نے کہا ناں تم بات کرو۔۔۔ میں کھانا کھانے کے بعد ایک گلاس پانی بھی لے کر آئی ہوں۔۔۔ تمہاری بات سُن کر گروں گی نہیں۔۔۔ سہ لوں گی۔۔۔ برداشت کرنے کی عادت ڈال رہی ہوں۔۔۔ آخر تمہاری طرف سے روز کچھ

نہ کچھ نیا سننے کو ملے گا۔۔۔" عافیہ بیگم کے انداز میں تلخی تھی۔
"لیکن آج آپ کو آخری بار سننے کو ملے گا۔۔۔" وہ بھی فیصلہ کن انداز سے بول رہی تھی۔
"سناؤ۔۔۔ سن رہی ہوں۔۔۔؟" انہوں نے ہمت مجتمع کر رکھی تھی۔
"میں رضا حیدر کے بیٹے سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔۔۔ اس نے مجھے پروپوز کیا ہے۔" ماورا کے اس ایک جملے نے عافیہ بیگم کے سر پہ اس پوری عمارت کا ملبہ گرا دیا تھا وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے "اف" کرنے کے قابل بھی نہیں رہی تھیں۔ چند ثانیے یونہی گزر گئے تھے۔ خاموشی اور سناٹے کے بیچ۔۔۔ یہاں تک کہ ان کے دل کی دھڑکنوں کی آواز سنائی دینے لگی تھی اور بی گل کے درود شریف کی سرگوشیاں۔۔۔!
"امی۔۔۔! آپ چپ کیوں ہو گئیں۔۔۔؟ کچھ بولیں ناں۔۔۔؟" اس خاموشی اور سناٹے کو ماورا کے سوا اور کوئی بھی توڑنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔
"ہوں۔۔۔!" عافیہ بیگم نے ماورا اور بی گل کو خالی خالی نظروں سے دیکھا تھا۔
"دیکھیں امی۔۔۔! یہ شادی کس بنیاد پہ اور کن شرائط پہ ہو رہی ہے۔۔۔ میں وہ سب آپ کو تفصیل سے بتاتی ہوں۔۔۔ تاکہ آپ کی تسلی ہو جائے۔۔۔ تیمور رضا حیدر کا اکلوتا بیٹا ہے۔۔۔ وہ مجھے پسند کرتا ہے۔۔۔ محبت کرتا ہے مجھ سے۔۔۔ مجھے اس کی محبت پہ پہلے بھی کوئی شک نہیں تھا۔۔۔ مگر آج تو یقین اور بھی پختہ ہو گیا ہے۔۔۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے شادی کر لو۔۔۔ میں اپنا سب کچھ تمہارے نام کر دوں گا۔۔۔ سب کچھ۔۔۔!" ماورا بہت مضبوط اور نپے تلے سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔
اور عافیہ بیگم کا دل کسی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبا جا رہا تھا ان کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا تھا۔
"وہ۔۔۔ وہ جانتا ہے کہ تت۔۔۔ تم کون ہو؟" عافیہ بیگم کے منہ سے بمشکل یہ بے ربط سے الفاظ نکلے تھے۔
"نہیں۔۔۔! وہ نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔۔۔ بس صرف میں جانتی ہوں کہ وہ کون ہے۔۔۔؟" ماورا اپنے ازلی ہٹ دھرم اور سرکش انداز میں نظر آ رہی تھی۔
"اور یہی بتانے کے لیے تو شادی کر رہی ہوں کہ میں کون ہوں۔۔۔" وہ بڑے پرعزم انداز سے کہتی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی۔۔۔ اور اس سے پہلے کہ ماورا لاؤنج سے باہر نکلتی عافیہ بیگم صوفے پہ بیٹھے بیٹھے نیچے لڑھک گئی تھیں۔
"امی۔۔۔!" ماورا لپک کے ان کی طرف آئی تھی۔۔۔!



"دیکھو فارہ! تم جب سے یہاں آئی ہو مسلسل چپ ہو۔۔۔ آخر کچھ بتاتی کیوں نہیں۔۔۔؟ آفاق نے کچھ کہا ہے؟" منزہ رحیم دو تین بار اس کے بیڈ روم کے چکر لگاتے ہوئے اس سے استفسار بھی کر چکی تھیں لیکن فارہ تھی کہ مسلسل چپ سادھے ہوئے تھی۔
"میں آفاق سے فون کر کے پوچھتی ہوں کہ اس نے تم سے کیا کہا ہے۔۔۔؟" وہ کہتے ہوئے جانے کے لیے پلٹیں۔
"پلیز ممی۔۔۔! اس سے کیا پوچھتی ہیں۔۔۔؟ اس نے بھلا کیا کہنا ہے مجھ سے۔۔۔؟ اس نے تو مجھے کبھی اس قابل سمجھا ہی نہیں کہ کچھ کہہ دے۔" فارہ روہانسی ہو گئی تھی اس کی آواز بھرانے لگی تھی۔
"کیا مطلب۔۔۔؟" منزہ رحیم پریشان سی اس کے قریب بیٹھ گئیں۔
"مطلب یہ کہ میں اس پہ مسلط کی گئی ہوں۔۔۔ اور مسلط کی گئی چیز کے ساتھ جیسا برتاؤ ہوتا ہے۔۔۔ میرے ساتھ

بھی وہی ہوا ہے۔۔ مگر میں مزید اس کے سر پہ مسلط نہیں رہ سکتی۔۔ میں اسے اس کے حال پہ چھوڑ آئی ہوں۔۔ وہ میری ذات سے بھاگنا چاہتا ہے تو بھاگ جائے۔۔ میں بھی اس کی واپسی کا انتظار کر کر کے تھک گئی ہوں۔" فارہ کے آنسو بہہ نکلے تھے اور منزہ رحیم کا دل جیسے مٹھی میں آگیا تھا۔

"تم نے پہلے کبھی نہیں بتایا مجھے۔۔؟"

"ممی۔۔! میں ایشو نہیں بنانا چاہتی تھی۔۔ میں کسی کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔ مگر وہ نہیں بدلا۔۔" فارہ کہتے ہوئے رو پڑی تھی۔

اور منزہ بیگم نے اس کے قریب آتے ہوئے اسے گلے سے لگا لیا تھا۔

"دیکھو بیٹا۔۔ اس طرح مت کرو۔۔ تمہارے ڈیڈی اور حماد کو پتا چلے گا تو مسئلہ اور بھی بڑھ جائے گا۔۔ وہ آفاق سے رابطہ کریں گے۔۔ اس طرح تمہیں ہی تکلیف ہوگی۔۔ پھر کیا کرو گی۔۔؟" منزہ رحیم نے اسے سمجھانے کی کوشش کی اور فارہ گھٹ گھٹ کے رونے لگی تھی۔



"میں سوچ سوچ کر تھک گیا ہوں زوبیہ! اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔۔ پلیز مجھے کوئی حل بتا دو۔" آفاق دونوں ہاتھوں میں سر تھامے بیٹھا تھا۔ اور زوبیہ اس کی ایسی پریشان حالت دیکھ کر خود بھی پریشان ہو گئی تھی۔

"آپ نے بھی تو غلط کیا ناں اسے تھپڑ مار کر۔۔ ایک تو وہ پہلے ہی ہرٹ ہوئی بیٹھی تھی اور دوسرے آپ نے تھپڑ مار دیا۔۔ یہ نوبت تو آنی ہی تھی۔" زوبیہ اس کی پوری بات سن چکی تھی۔

تو پھر کیا کرتا۔۔؟ اس نے سیدھی طلاق ہی مانگ لی۔۔ یوں لگا جیسے دل کھینچ لیا ہو اس نے۔" آفاق کی تو جیسے جان پر بنی ہوئی تھی۔

"تو پھر روز روز ایسی نوبت پہنچنے سے بہتر ہے کہ آپ ایک ہی بار اسے سب سچ سچ بتا دیں۔۔" زوبیہ نے یوں مشورہ دیا جیسے کوئی بڑی بات ہی نہ ہو۔

"سب سچ سچ بتا دوں تو موت سے پہلے مر جائے گی وہ۔۔ اور ممی ڈیڈی۔۔ او مائی گاڈ۔۔" آفاق واقعی جیسے حد سے زیادہ چکرایا ہوا لگ رہا تھا۔

"تو کیا اس طرح نہیں مر رہے وہ لوگ۔۔؟ زوبیہ نے سوالیہ نظروں سے دیکھا اور آفاق بے بسی کے مارے کچھ کہہ ہی نہیں سکا تھا۔

"اب چپ کیوں ہو گئے آپ۔۔؟" زوبیہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے سامنے آ بیٹھی تھی۔ جبکہ آفاق یکدم اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔

"میں فیصل آباد جا رہا ہوں۔" اس نے فیصلہ کن لہجے سے کہتے ہوئے اپنا اگلا ارادہ ظاہر کیا تھا۔

"مگر آفاق۔۔ آپ۔" زوبیہ نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر آفاق اس کی کوئی بھی بات سنے بغیر وہاں سے چلا گیا تھا۔



عزت آج بڑی خوش تھی، ہواؤں میں اڑتی پھر رہی تھی، لیکن گھر آتے ہی جیسے ہی اسے مونس مرزا کے پرپوزل کا پتا چلا وہ یکدم جیسے کرنٹ کھا گئی تھی۔

"مگر میں اس پرپوزل سے خوش نہیں ہوں۔۔" تیمور کا جواب رضا حیدر اور رابعہ بیگم کے ساتھ ساتھ عزت کے لیے بھی بالکل غیر متوقع تھا۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔۔۔؟" رضا حیدر صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھے یکدم سیدھے ہوئے تھے۔

"میں جو کہہ رہا ہوں آپ اچھی طرح سن چکے ہیں۔۔۔ قیام مرزا آپ کے دوست ہیں۔۔۔ آپ یہ رشتہ دوستی تک ہی رکھیں۔۔۔ مزید کسی رشتہ داری میں تبدیل مت کریں۔۔۔ پلیز۔" تیمور نے خاصی سنجیدگی سے کہتے ہوئے انہیں اس رشتے سے منع کیا تھا۔

"لیکن کیا کمی ہے مونس میں۔۔۔؟" رضا حیدر تو اپنی طرف سے یہ رشتہ پکا کیے بیٹھے تھے۔

"اس میں کوئی کمی نہیں ہے بلکہ اس میں خوبیاں ہیں۔۔۔ ایکسٹرا خوبیاں۔۔۔ اور وہ خوبیاں میں عزت کے لیے برداشت نہیں کر سکتا۔" تیمور نے اک نظر عزت کی طرف دیکھا تھا جس کے چہرے پہ اس کے انکار سے بہار آگئی تھی۔

"میں سمجھا نہیں۔۔۔" رضا حیدر الجھ کر بولے۔

"میں سمجھا دوں گا۔۔۔ لیکن اکیلے میں۔۔۔ ابھی عزت اور ماہم کا خیال ہے بس۔" تیمور کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا اور انہیں گڈ نائٹ کہہ کر لاؤنج سے نکل آیا تھا جبکہ اس کے پیچھے عزت بھی بڑی تیزی سے اٹھ کر گڈ نائٹ کہتی باہر آئی تھی۔

"بھائی۔۔۔" وہ لپک کے سیڑھیاں چڑھتی اس کے قریب پہنچی تھی۔

"ہوں۔۔۔ کہو؟" تیمور نے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے گردن موڑ کر اپنے برابر سیڑھیاں چڑھتی عزت کی طرف دیکھا۔

"تھینک یو۔۔۔!" عزت بہت خوش اور مشکور نظر آرہی تھی۔

"کس لیے۔۔۔؟" تیمور جان بوجھ کر انجان بنا۔

"مجھے بھی یہ پروپوزل پسند نہیں تھا۔۔۔" اس نے بڑے دھڑلے سے بیان جاری کیا۔

"کیوں۔۔۔؟" تیمور مسکرایا۔

"بس ایسے ہی۔۔۔ مونس مرزا اچھا نہیں لگتا۔" اس نے منہ بنا کر کندھے اچکائے۔

"تو کون اچھا لگتا ہے۔۔۔ وہ بتا دو۔۔۔؟" تیمور نے برجستہ سوال کیا۔

"بھائی۔۔۔!" عزت خفگی سے کہتی ہوئی یکدم رک گئی تھی اور تیمور بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔۔۔

"اوکے۔۔۔ ابھی نہیں۔۔۔ تو پھر کبھی بتا دینا۔۔۔ گڈ نائٹ۔۔۔" تیمور اس کے بال بکھراتے ہوئے کہہ کر اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا تھا اور عزت پیچھے کھڑی بڑی محبت پاش نظروں سے اسے جاتا دیکھتی رہی۔۔۔!



عافیہ بیگم کا نروس بریک ڈاون ہوا تھا اور ماورا مرتضیٰ ہسپتال کی راہداری میں بولائی ہوئی پھر رہی تھی۔

"جب تمہیں پتا ہے کہ وہ نہیں سہ پاتی۔۔۔ تو کیوں روز اس کی برداشت آزمانے کھڑی ہو جاتی ہو۔۔۔؟" بی گل مسلسل ان کی صحت کے لیے دعا کر رہی تھیں، جب بیٹھے بیٹھے تھک گئیں تو ماورا کی طرف رخ موڑ لیا تھا۔

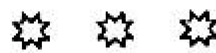
"یہ ایک آخری آزمائش تھی ان کی برداشت کی۔۔۔ اب سب کچھ سہ جائیں گی۔۔۔" ماورا ابھی بھی نڈر اور بے خوف دکھائی دے رہی تھی۔

"سہتے سہتے مر گئی تو۔۔۔؟" بی گل جھنجلا کر بولیں۔

"پلیز بی گل۔۔۔!" ماورا کو بے طرح اذیت ہوئی تھی۔

"تو اور کیا کروں۔۔۔؟ کیا کہوں۔۔۔؟ ایک عمر ہو چلی ہے اس کی کمزوری نہیں گئی اور ایک عمر ہو چلی ہے کہ تمہاری

منہ زوری نہیں گئی۔۔۔" وہ بے چاری سر تھام چکی تھیں۔
"ان کی کمزوری ہی تو دور کرنا چاہ رہی ہوں۔۔۔" ماورا کا لہجہ مضبوط تھا۔
"کچھ کام اوپر والے پر چھوڑ دینا چاہئیں۔" بی گل نے شہادت کی انگلی سے اوپر کی طرف اشارہ کیا۔
"اوپر والا بھی کہتا ہے کہ خود اٹھو۔۔۔ ہمت کرو۔۔۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔۔۔" ماورا نے اپنی بات پہ زور دیا تھا۔
"یہ بات تمہارے جیسے منہ زور ہی سوچ سکتے ہیں۔۔۔ تمہاری ماں جیسے کمزور نہیں۔۔۔" وہ خفگی سے بولیں۔
"اب وہ بھی مضبوط ہو جائیں گی۔۔۔ دیکھ لیجئے گا۔" ماورا کے لہجے میں یقین تھا۔
"دیکھ رہی ہوں۔۔۔" وہ جل کر بولی تھیں ان کا اشارہ آئی سی یو کی طرف تھا!



ولید اپنا کام ختم کر کے چینل کے آفس سے باہر نکلا ہی تھا کہ اس کے چند کولیگز نے اسے گھیر لیا تھا۔۔۔
"مبارک ہو یار۔۔۔" "ایک سچ ایک شام" کامیابی کی طرف گامزن ہے۔۔۔ اللہ تمہیں مزید کامیاب کرے۔۔۔"
سب نے اسے باری باری مبارک باد دی تھی اور ولید اپنے کولیگز کی ایسی حوصلہ افزائی پہ واقعی بے پناہ خوش ہوا تھا۔
"تھینک یو یار۔۔۔ تھینک یو سو مچ۔۔۔" ولید نے سب سے ہاتھ ملاتے ہوئے شکریہ ادا کیا تھا۔
"ٹھیک ہے پھر کل ملتے ہیں۔۔۔ ابھی کافی ٹائم ہو رہا ہے۔۔۔" ایک صحافی نے وقت کا احساس دلایا تھا رات خاصی گہری ہو چکی تھی۔ اس لیے اب سب کو اپنے اپنے گھر جانے کی بے چینی تھی۔
"او کے اللہ حافظ۔۔۔!" ولید بھی خدا حافظ کہہ کر اپنی بائیک کی طرف آ گیا تھا۔
"ولید۔۔۔!" وہ اپنی بائیک اسٹارٹ کر چکا تھا جب اندر سے ضمیر انصاری تقریباً" بھاگتا ہوا باہر آیا تھا اور ولید یکدم رک گیا۔
"خیریت۔۔۔؟" ولید نے تشویش بھرے انداز سے دیکھا۔
"تم آج کہیں مت جاؤ۔۔۔ یہیں رہو۔۔۔ کام کرتے ہیں۔" ضمیر انصاری نے اسے روکنا چاہا تھا۔
"کام کرتے ہیں۔۔۔ مطلب۔۔۔؟" ولید کو الجھن ہوئی۔
"بس میں نے سوچا کہ آج مل کر کام نبٹاتے ہیں۔" وہ ٹال مٹول سے کام لے رہا تھا۔
"مل کر۔۔۔؟ میں تو اپنا کام ختم کر چکا ہوں۔۔۔ تمہیں ضرورت ہے تو کہو۔۔۔ تمہاری ہیلپ کروا دیتا ہوں۔۔۔" ولید نے اس کو سوالیہ دیکھا۔
"نہیں۔۔۔ مجھے ہیلپ کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ بلکہ تمہیں ہے۔۔۔ تم ایسا کرو۔۔۔ میرے ساتھ رہو۔۔۔ بعد میں گھر چلیں گے۔" ضمیر انصاری ہر ممکن طریقے سے اسے روک لینا چاہتا تھا۔
"بعد میں کب۔۔۔؟ یار میں کام کی وجہ سے کل بھی گھر نہیں جا سکا۔۔۔ امی اور چھوٹے بہن بھائی اداس ہوں گے ابھی جانے دو۔۔۔ پھر ملیں گے۔۔۔" ولید نے اجازت چاہی۔
"تو پھر میرے ساتھ میری گاڑی میں چلو۔۔۔ میں تمہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔" اس نے اپنی گاڑی کی طرف اشارہ کیا۔۔۔ اور ولید ٹھٹک گیا تھا۔
"کیا مسئلہ ہے ضمیر۔۔۔؟ تم صاف صاف بات کرو۔۔۔" ولید نے پارکنگ کی لائٹس میں ضمیر کے چہرے کو بغور دیکھنے کی کوشش کی تھی۔
"صاف بات یہ ہے کہ تمہیں اکیلے جانے میں خطرہ ہے۔۔۔ یا تو تم یہیں رہو۔۔۔ یا پھر اکیلے مت جاؤ۔۔۔ بلکہ ہو

سکے تو پولیس کو کال کرو..." اس نے ولید کو بتاتے ہوئے ساتھ ہی مشورہ بھی دیا تھا۔
"ارے چھوڑو یار... یہ بزدلانہ کام مجھ سے نہیں ہوتے... اگر آج میری آئی (موت) ہے تو مجھے لیے بغیر جائے گی نہیں... بے شک تم مجھے سات کوٹھڑیوں میں چھپا کر بٹھالو..." ولید نے لاپروائی سے اس کے کندھے پہ ہاتھ سے تھپکی دی تھی۔
"لیکن ولید...!" ضمیر انصاری نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر اتنے میں ولید کا موبائل بج اٹھا تھا' ولید کال دیکھ کر مسکرا دیا۔
"اپنی ڈارلنگ کا فون ہے یار..." ولید نے شرارت سے آنکھ دبائی "اور تمہاری ہونے والی بھابھی کا..." ولید کال ریسیو کرنے پہلے کہہ کر بائیک کو کک لگاتا ہوا ہو گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"آج میں بہت خوش ہوں ولید... ایم ریئلی ویری ہیپی..." عزت نے چھوٹتے ہی کہا تھا۔
"کیوں...؟ صرف ایک بار ملنے سے...؟" اس نے جان بوجھ کر عزت کو چھیڑا تھا۔
"آج مونس مرزا کا پرپوزل آیا تھا..." اس نے ولید کے سر پہ بم پھوڑا۔
"واٹ...؟ تم مونس مرزا کے پرپوزل پہ خوش ہو رہی ہو...؟" اس نے یکدم ہائیک کو بریک لگا دیے تھے۔
"مونس مرزا کے پرپوزل پہ خوش نہیں ہو رہی..." وہ جھنجلائی۔
"تو پھر...؟" ولید کو بے چینی ہوئی...
"تو پھر اس لیے خوش ہو رہی ہوں کہ تیمور بھائی نے اس پرپوزل سے انکار کر دیا ہے... ریجیکٹ کر دیا ہے بابا سے کہا ہے کہ انہیں یہ پرپوزل پسند نہیں ہے۔" عزت بڑے پرجوش لہجے میں بتا رہی تھی۔
"اوئے یارا... یہ ہوئی ناں مردوں والی بات..." ولید نے تیمور کے فیصلے پہ نعرہ بلند کیا تھا۔
"یعنی اس کا مطلب ہے کہ اب میں سہرا سجانے کے لیے تیار ہو جاؤں؟" وہ معنی خیزی سے بولا تھا اور عزت اتنے جوش و خروش سے بولتے بولتے چپ ہو گئی تھی۔
"بولو ناں...؟" وہ اسے بولنے پہ اکسا رہا تھا۔
"کیا...؟" عزت کی آواز مدھم تھی۔
"کچھ بھی...!" ولید نے اس کی آواز کا دھیما پن دل کی گہرائیوں سے محسوس کیا تھا۔ لیکن اگلے ہی پل یکدم چونک کر بولا تھا۔
"عزت۔" اس کی آواز میں ایسی انہونی سی پکار تھی کہ عزت دہل گئی تھی۔
"ولید...!" ادھر وہ پکاری تھی اور دوسری طرف گولیوں کی آواز بہت دور تک گونجی تھی۔
"ولید...! ولید... میری بات سنو ولید... کیا ہوا ہے تمہیں...؟" عزت یکدم پاگل ہو اٹھی تھی اور چیخ چیخ کر اسے پکارنے لگی تھی مگر دوسری طرف سناٹا چھا چکا تھا۔
اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... وہ اندھا دھند تیمور کے کمرے کی طرف دوڑی تھی اور اس کے بیڈ روم کا دروازہ پیٹ ڈالا تھا۔
"بھائی... دروازہ کھولیں بھائی... پلیز... دروازہ کھولیں۔" اس طرح دھڑ دھڑ دروازہ پیٹنے کی آواز پہ تیمور بھی

نیند سے ہڑبڑا کے اٹھا تھا اور عزت کی آواز پہ ننگے پیر دروازے کی طرف لپکا تھا۔

"عزت... کیا ہوا ہے... ؟ سب ٹھیک تو ہے ناں... ؟" تیمور نے بے اختیار اسے کندھوں سے تھاما تھا' وہ رو رو کر یوں نڈھال ہو رہی تھی' جیسے ابھی کھڑے قد سے گر جائے گی۔

"عزت بتاؤ ناں... ؟ کیا ہوا ہے تمہیں... ؟"

"بب... بھائی... وہ' وہ... ولید... آپ کا دوست۔" عزت ہکلا رہی تھی... اور اس کے منہ سے ولید کا نام سن کر تیمور کے قدموں تلے سے زمین سرک گئی تھی۔

"کک... کیا ہوا ہے ولید کو... ؟" تیمور کا دل سہم گیا تھا۔

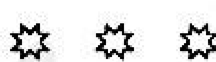
"اسے... اسے... کک... کسی نے گولی ماردی فائرنگ ہوئی ہے وہ... وہ!" عزت تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی اور تیمور حیرت زدہ تھا۔

"تمہیں... تمہیں کس نے بتایا... ؟" تیمور مرے مرے سے لہجے میں بولا تھا۔

"اس سے بات کر رہی تھی... اچانک فائرنگ ہوئی... اور... اور کال بند ہو گئی... بھائی... وہ... وہ زخمی ہو گا... اسے... اسے کچھ ہو گیا تو... ؟ پلیز چلیں ناں اس کے پاس چلیں۔"

عزت روتے ہوئے دو زانو نیچے فرش پہ ہی بیٹھ گئی تھی اور تیمور سنبھلتے ہوئے یکدم اپنی شرٹ وغیرہ پہن کر جانے کی تیاری کرنے لگا...!

اسے پانچ منٹ لگے تھے گھر سے نکلنے میں... اور عزت اس کے ساتھ ساتھ تھی...!



ماورا ہسپتال کے کوریڈور میں بینچ پہ بیٹھی مسلسل جاگ رہی تھی' جب اچانک ایک ایمبولینس کے سائرن کی آواز قریب آتی محسوس ہوئی اور ہسپتال کا سارا اسٹاف ایک دم الرٹ ہو گیا تھا۔

"اللہ خیر...!" ماورا ہسپتال کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوتی پولیس اور مختلف لوگوں کے درمیان گھرے اسٹریچر پہ خون سے لت پت آدمی کو دور سے دیکھ کر ہی دہل گئی تھی... اور یکدم اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔

اس کی نظر قریب سے اس آدمی کے چہرے پہ پڑی تھی جو اسٹریچر پہ پڑا تھا... پتا نہیں وہ زندہ تھا یا زندگی ہار چکا تھا لیکن جو بھی تھا ماورا کے دل پہ ہاتھ پڑا تھا...

"ولید... ولید پہ حملہ ہوا ہے یار۔ انہوں نے مم... مار دیا اسے..." ضمیر انصاری کسی سے فون پہ بات کرتے ہوئے رو پڑا تھا' رنجیدہ سے انداز سے پلٹتی ماورا ایک دم چونک گئی تھی اس کے ذہن کے پردے پہ ولید کا نام اک جھماکے سے چمکا تھا۔

"... ولید... ؟ ولید رحمان... ایک سچ ایک شام... والا... ؟" اس کے ہونٹ کپکپائے تھے۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)